521

غلام احمد قادیانی ۱۳۰۱ء الہام

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL

QADIAN

ایڈیٹر غلام نبی

اخبار ہفتہ میں دو بار فی پرچہ ایک آنہ

الفضل قادیان

قیمت سالانہ پیشگی ﷼ ششماہی للعہ سہ ماہی عا

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۰۶ | مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۷ شوال ۱۳۴۴ھ | جلد ۱۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مدینۃ المسیح

آج ۲۸ اپریل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی گلے کی تکلیف کے متعلق ڈاکٹری مشورہ لینے کے لئے لاہور تشریف لے جا رہے ہیں۔ چند اور اصحاب بھی حضور کے ہمراہ ہیں +

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا چند دن کے لئے دہلی تشریف لے گئی ہیں۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب ان دنوں مع اہل و عیال لاہور تشریف رکھتے ہیں۔

احمدیہ گزٹ جس کی تجویز مجلس مشاورت میں ہوئی ماہ مئی سے نکلنا شروع ہو جائیگا۔ جس میں سلسلہ کے متعلق ضروری اعلانات وغیرہ ہوا کرینگے۔

کھدیاں تحصیل چونیاں کے غیر احمدیوں کی درخواست پر آریوں سے مقابلہ کے لئے مولوی اللہ دتا صاحب جالندہری کو بھیجا گیا ہے۔ وہاں سے مولوی صاحب قصور پہنچینگے۔ جہاں آریہ سماج کی کانفرنس میں مسئلہ نجات پر مضمون پڑھینگے +

۳ مئی کو آریہ سماج گوجرہ کی کانفرنس میں عالمگیر مذہب پر مولوی غلام احمد صاحب [illegible]

جناب نعمت خان صاحب سینیر سب جج کی بیعت خلافت

خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ کہ وہ لوگ جو ہدایت اور صداقت پانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ انہیں ہم اپنا رستہ دکھا دیتے ہیں نہایت ہی خوشی کی بات ہے۔ کہ اس آیت کے مصداق بخیر سابقین ہیں سے وہ اصحاب بن رہے ہیں۔ جن کے دل بغض و عداوت کینہ و دشمنی سے خالی ہیں۔ اور جو نیک نیتی سے صداقت جوئی کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ جناب ماسٹر ثناء اللہ خان صاحب بی اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل۔ نے بیعت خلافت ثانیہ کا اعلان کیا تھا جس میں بتایا تھا۔ کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ان کے لئے صداقت تک پہنچنے کے سامان پیدا کئے۔ اب اسی قسم کا ایک اور اعلان درج کیا جاتا ہے۔ جو جناب نعمت خان صاحب سینیر سب جج دھرم سالہ کی طرف سے ہے۔ جناب خان صاحب کو بھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی سعادت بخشی ہے۔ جیسا کہ ان کے خط سے جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا۔ ظاہر ہے۔ خط حسب ذیل ہے:۔

مخدومی مکرمی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور کو اس عاجز کا نام تو معلوم ہوگا۔ کیونکہ جب اس عاجز کو احمدیت کی صداقت پر پورا پورا یقین ہو گیا تھا۔ تو حضور کی خدمت میں عاجز کا ایک عریضہ مکرمی میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بھیجا تھا۔ جس پر اس عاجز اور مولوی عبد الرحمن صاحب مصری کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی۔ کیونکہ اس وقت میں یہ فیصلہ کرنا چاہتا تھا کہ میں حضور کی جماعت میں شامل ہوں یا لاہوری جماعت میں۔ اس وقت میرا رجحان لاہوری جماعت کی طرف زیادہ تھا۔ اور مولوی عبد الرحمن صاحب کے جوابات سے مجھے تشفی نہ ہوئی لہذا میں نے خط و کتابت بند کر کے مولوی محمد علی صاحب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد میں اکثر لاہوری جماعت کی شائع کردہ کتابیں پڑھتا رہا۔ اور اخبار پیغام صلح اور الفضل منگواتا رہا۔ حضور کی کچھ تصانیف بھی مطالعہ کیں۔ لیکن بہت تھوڑی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ نصیب ہوکر۔ چند ماہ سے خداوند کریم نے میرے دل میں ڈالا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری کتب کا مطالعہ کروں۔ چنانچہ میں نے ہر ماہ بک ڈپو قادیان دار الامان سے ۵ یا ۷ روپیہ کی کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام منگوا کر پڑھنی شروع کیں۔ اس ماہ میں منجملہ اور کتب کے میں نے حقیقۃ الوحی بھی منگوائی۔ دو روز سے میں نے اس کا تھوڑا تھوڑا مطالعہ شروع کر رکھا تھا۔ کہ رات میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ حضور اور یہ عاجز حضرت صاحب کی خدمت میں موجود ہیں۔ اور حضرت صاحبؑ دونوں کو ایک ہی کتاب پڑھا رہے ہیں۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ میرا اور حضور کا ایک ہی مسلک ہوگا۔ لیکن میں حیران تھا۔ کہ یہ کیسے ہوگا ابھی چند روز ہوئے۔ کہ میں نے ایک خط مجھی منشی محمد ابراہیم صاحب ڈپٹر نری اسسٹنٹ کو لکھا تھا۔ جو حضور کی نظر سے گذرا ہوگا اور جس میں لاہوری فریق کے اصول کو درست بتایا گیا تھا۔ خیر صبح اٹھ کر میں نے حسب معمول حقیقۃ الوحی کا مطالعہ شروع کیا۔ اور جب میں سوال نمبر ۶ مندرجہ "بعض اعتراضوں کے جواب" تک پہنچا۔ اور اس کا جواب پڑھا تو مجھے اپنے عقیدہ کی تائید معلوم ہوئی۔ کیونکہ اس میں حسب ذیل عبارت میرے عقیدہ کی موید معلوم ہوتی تھی "کہ اگر وہ دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے۔ اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو ان کو چاہیئے۔ کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کردیں۔ کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں"

اس کے بعد جب میں صفحہ ۱۷۸ پر پہنچا۔ جہاں درج ہے کہ عبد الحکیم خان نے افترا کیا ہے۔ "کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا۔ اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ تب بھی وہ کافر ہو جائیگا۔ اور دوزخ میں پڑیگا۔" تو اور بھی مجھے اپنے عقیدہ کی تائید معلوم ہوئی۔ لیکن جب میں نے صفحہ ۱۷۹ اور ۱۸۰ پڑھا۔ تو خداوند کریم نے مجھے ہدایت دیدی۔ اس میں صاف درج ہے۔ کہ گو کفر دو قسم پر ہے۔ ایک تو اسلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے انکار۔ دوسرا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انکار۔ لیکن یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ صرف اتمام حجت کی شرط ہے۔ اگر اتمام حجت ہو گیا ہے۔ تو دونوں صورتوں کا کفر برابر ہے۔ اگر اتمام حجت نہیں ہوا۔ تو وہ حقیقتاً کافر نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ علم محض خداوند کریم کو ہے کہ کس پر اتمام حجت ہوا ہے۔ اور کس پر نہیں۔ لہذا ظاہر شریعت کا لحاظ رکھ کر ہم سب کو جو جماعت میں شامل نہیں ہیں۔ کافر ہی کہینگے ہاں مواخذہ کرنا نہ کرنا خداوند کریم کے اختیار میں ہے۔ اسی کے علم میں ہے۔ کہ کس پر اتمام حجت ہو چکی ہے۔ اور کس پر نہیں۔ ہمیں کسی فرد کے متعلق ایسی تحقیقات کرنیکی ضرورت نہیں ہے

ان صفحات کے مطالعہ کے بعد یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ پہلے دو تو حوالوں کا مطلب اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ اگر ہمیں کسی خاص فرد کی نسبت معلوم ہو جائے کہ اس پر اتمام حجت نہیں ہوا۔ تو ہم اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں لیکن ہمیں اس تفتیش کی ضرورت نہیں۔ ہم ظاہر پر نظر کرکے سب کو کافر کہیں گے۔ اور اسکے انجام کا فیصلہ خداوند کریم پر چھوڑینگے یہی کفر و اسلام کا جھگڑا تھا۔ جس نے اتنی مدت مجھے حضور کی بیعت سے محروم رکھا۔ ورنہ نبوت کے متعلق تو لفظی جھگڑا ہے۔ لاہوری فریق صفات تو حضرت صاحبؑ کو وہی دیتا ہے لیکن نام غلط رکھتا ہے۔ خداوند کریم کا میں شکریہ ادا نہیں کرسکتا جس نے آخر مجھے راہ راست کی ہدایت فرمائی۔ خداوند کریم نے طبائع مختلف بنائی ہیں۔ کسی کو کسی بات سے تسلی ہو جاتی ہے کسی کو کسی سے۔ ماسٹر ثناء اللہ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی کی تحریر سے تشفی ہوگئی۔ اور مجھے حضرت صاحب کی اپنی تحریر مندرجہ بالا سے ہدایت نصیب ہوئی۔ جو شخص حضرت صاحبؑ کو حکم اور عدل مانتا ہے۔ اسپر لازم ہے۔ کہ آپ کی تحریر کو بلا چون و چرا مان لے۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ حضرت صاحبؑ کو ایسا نہیں مانتا۔ جیسا کہ ماننے کا حق ہے۔ میں آج حضور کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور حضور کی خلافت کی بیعت کرکے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔ اور تائب ہوتا ہوں۔ خداوند کریم میری سابقہ خطائیں معاف فرمائے۔ حضور میری استقامت اور دینی اور دنیاوی بہتری کے لئے دعا فرمائیں۔ تاکہ خداوند کریم ٹھوکر سے محفوظ رکھے۔ اور مولوی محمد علی کی بیعت میں آج فسخ کرتا ہوں۔

رقیمہ نیاز۔ نعمت خان سینیر سب جج ڈیرہ غازی خان
۱۸ اپریل ۱۹۲۶ء

عراق میں احمدیوں کو تبلیغ اسلام کی کامل آزادی

ایک گذشتہ پرچہ میں ہم نے اعلان کیا تھا۔ کہ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی مساعی جمیلہ اور ہز میجسٹی امیر فیصل کی نوازش اور مہربانی سے ان پابندیوں میں کسی قدر کمی ہوگئی ہے۔ جو عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں احمدیوں کو تبلیغ اسلام کرنے کے متعلق عائد کی گئی تھیں۔ لیکن اب برادر جعفر صادق صاحب امیر جماعت احمدیہ بصرہ بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ احمدیوں کو تبلیغ اسلام کی پورے طور پر آزادی حاصل ہوگئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ہم اس مہربانی پر ایک دفعہ پھر ہز میجسٹی امیر فیصل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جناب شاہ صاحب کو اس مکمل کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں۔ احمدی برادران بغداد خدا تعالیٰ کے اس فضل کے شکریہ میں اپنی تبلیغی کوششوں کو خاص قوت اور سرگرمی سے جاری کردینگے۔ خدا تعالیٰ انکے ساتھ ہو۔ اور انہیں اشاعت اسلام کے مقدس کام میں کامیابی عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

اعلان چونکہ میجر صاحب افسر ٹیریٹوریل فورج ۱۸ اپریل کو قادیان نہیں آسکے۔ اسواسطے اب وہ ماہ جون کے وسط میں تشریف لائینگے۔ احباب بیرونجات سے اس احمدیہ کمپنی کے واسطے رنگروٹ بھرتی کرانے کے لئے تیار رکھیں صحیح تاریخ کا بعد میں اعلان کیا جائیگا۔
محمد صادق عفا اللہ عنہ۔ ناظر امور خارجیہ۔ قادیان

پتے مطلوب ہیں تبلیغی خطوط اور ٹریکٹ بھیجنے کے لئے پنجاب کے رؤساء۔ امراء۔ علماء اور گدی نشینوں کے پتے درکار ہیں۔ احباب بھیجکر ممنون فرمائیں۔ عاجز محمد ابراہیم سکرٹری انجمن احمدیہ سید والہ ضلع شیخوپورہ

وی پی کی اطلاع جن خریداران الفضل کی قیمت اخبار ۱۵ اپریل سے ۱۵ مئی تک ختم ہوتی ہے۔ ان کے نام ۷ مئی کا پرچہ وی پی ہوگا۔ اُمید ہے۔ وصول فرماکر شکریہ کا موقعہ دینگے۔ جو انکاری واپس کرینگے۔ ان کے نام کا پرچہ تا وصولی قیمت امانت میں رہے گا۔ احباب کرام کو حتی الوسع وی پی واپس کرکے خریداروں کی تعداد میں کمی نہیں کرنی چاہیئے۔ (مینجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

یوم جمعہ۔ قادیان دارالامان - ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء

مولوی ثناء اللہ صاحب پر "مرزائی اثر" اور "قادیانی ہاتھ" کا رعب

مولوی صاحب کی تازہ بتازہ غلط بیانی

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سلطان ابن سعود کو اپنا ہم عقیدہ اور ہم مشرب خیال کرکے اس سال حج کے نام سے سفر حجاز کی بڑے طمطراق سے تیاری کر رہے ہیں۔ اور اپنے آپ کو تمام ہندوستان کے اہل حدیثوں کا نمائندہ اور قائم مقام ٹھہرا کر روانہ ہونیوالے ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ آپ حج کو جاتے ہوئے بھی کذب بیانی اور دروغ گوئی کے سے فعل شنیعہ کے ارتکاب سے باز نہ رہ سکے۔ اور اس موقعہ پر بھی انہوں نے اپنی ذاتی اغراض و فوائد کے لئے ایسا صاف اور صریح جھوٹ بولنا ضروری سمجھا۔ جسے صحیح ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اس موقعہ پر جھوٹ سے کام لینے کی ضرورت انہیں اس لئے پیش آئی۔ کہ اہل حدیثوں کے ایک فریق نے ایک جلسہ عام میں ان کے خلاف یہ اعلان کیا۔ کہ وہ اہل حدیثوں کے نمائندے نہیں ہیں۔ یہ اعلان جس طرح دوسرے اخبارات مثلاً "زمیندار" "ہمدم" وغیرہ میں شائع ہوا۔ اسی طرح "الفضل" نے بھی اسے شائع کیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جب اپنے آپ کو اہلحدیثوں کا نمائندہ ثابت کرنے کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ تو انہوں نے کذب اور جھوٹ کا مورچہ تیار کرکے اس میں پناہ گزین ہونا ضروری سمجھا۔ اور اپنے مخالف اہلحدیثوں پر یہ ترشا ترشایا الزام لگایا۔ کہ انہوں نے "مرزائی اثر" کے ماتحت یہ کارروائی اس لئے کی ہے۔ تا اس کی خبر "مرزائی کیمپ میں کسی طرح پہنچ جائے کہ ثناء اللہ سے اہل حدیثوں نے یہ برتاؤ کیا۔ تاکہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کا الہام انی مھین من اراد اھانتک صحیح ہو جائے"

وہ لوگ جن کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے "مرزائی اثر" کے ماتحت کام کرنے والے قرار دیکر اپنا پیچھا چھڑانا اور عوام الناس کو ان کے خلاف بھڑکانا چاہا۔ احمدیت کے ساتھ جہاں تک ہمدردی اور تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ان کے آج تک کے افعال سے معلوم ہو سکتا ہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو چینیانوالی مسجد میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف تجویز پاس کرنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی سلسلہ کے خلاف نہایت بدتہذیبی سے کام لینا اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً ان میں سے ایک صاحب حسین میر کشمیری ہیں۔ جنھوں نے چینیاں والی مسجد میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے نمائندہ اہل حدیث نہ ہونے کے متعلق تقریر کی۔ مگر سلسلہ احمدیہ کے متعلق ان کا طرز عمل یہ ہے۔ کہ جب کبھی انہیں موقعہ ملتا ہے۔ اپنی غیر مہذب اور غیر شریفانہ تحریروں سے نیش زنی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پھکڑ اخبار ضیاء تاریخ ۸ اپریل میں بھی امام جماعت احمدیہ کے خلاف سخت بے ہودہ سرائی کی ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگوں نے بھی احمدیت سے کبھی کسی قسم کا تعلق اور ہمدردی ظاہر نہیں کی۔ ایسی حالت میں ان کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے "مرزائی اثر" کے ماتحت مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف لب کشائی کی۔ سراسر جھوٹ اور کذب بیانی ہے۔ جو محض اس لئے اختیار کی گئی۔ کہ ایک طرف تو ان لوگوں کی وقعت اہل حدیثوں میں کم کریں۔ اور دوسری طرف ان کی کارروائی سے مولوی ثناء اللہ صاحب کی جو ذلت اور رسوائی ثابت ہوتی ہے اور جس کا مجبوراً انہیں خود بایں الفاظ اقرار کرنا پڑا ہے کہ "ثناء اللہ سے اہل حدیثوں نے یہ برتاؤ کیا۔ تاکہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کا الہام انی مھین من اراد اھانتک صحیح ہو جائے" اس پر پردہ ڈالیں۔

ہمیں ان لوگوں کے "مرزائی اثر" کے ماتحت مولوی ثناء اللہ صاحب کے نمائندہ اہل حدیث ہونے کی مخالفت کرنے کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ضرورت سمجھیں گے۔ تو وہ اس کا جواب خود دینگے۔ مگر اس میں کیا شک ہے۔ کہ ان کی مخالفت کا جو نتیجہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو نظر آیا ہے۔ اور جس کا اعتراف کئے بغیر انہیں کوئی چارہ نہیں رہا۔ یعنی اہل حدیثوں کے اس برتاؤ سے مولوی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کا صحیح ثابت ہونا۔ یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ اور اس کی صداقت اور بھی زیادہ واضح اور روشن ہو جاتی ہے۔ جب یہ ان لوگوں کے ہاتھوں پورا ہوتا ہے جنھیں احمدیت سے نہ صرف کوئی ہمدردی نہیں۔ بلکہ اس کے سخت مخالف ہیں۔ اور پھر پورا بھی اس وضاحت کے ساتھ ہوتا ہے کہ خود مولوی صاحب کو اس کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ ان لوگوں کو "مرزائی اثر" کے ماتحت کام کرنے والے قرار دیں اور کوئی صورت اس کے انکار کی نظر نہیں آتی۔

مولوی صاحب اپنے مخالف اہل حدیثوں کے خلاف اسی حربہ کو اور زیادہ تفصیل اور تشریح سے یوں استعمال کرتے ہیں:-

"مسجد چینیاں لاہور میں جو کچھ ہؤا۔ اور جو ہو رہا ہے اور جو آئندہ اس بارے میں ہوگا۔ اس کی تہ میں قادیانی ہاتھ اور قادیان سے اس کا اتصال اور گہرا تعلق ہے۔ اغلب ہے کہ اخراجات ڈاک و تار وغیرہ کے لئے خرچ بھی قادیان سے ملتا ہو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے قادیانی دربار کو اپنی بہت پرانی آرزو پوری ہونے کی اُمید ہے"

مولوی صاحب نے اس صریح غلط بیانی اور جھوٹ کی بنیاد اس امر پر رکھی ہے۔ کہ الفضل میں مسجد چینیاں والے جلسہ کی کارروائی جو بذریعہ تار پہنچی تھی۔ خبروں کے عنوان کے ماتحت شائع ہوئی۔ اور اسپر الفضل نے رائے زنی بھی کی۔ مگر ایسا تو دوسرے اخبارات نے بھی کیا۔ مثلاً زمیندار نے نہ صرف الفضل سے زیادہ مفصل کارروائی شائع کی۔ بلکہ یہاں تک بھی لکھا کہ:-

"زمیندار کی رائے میں جماعت اہل حدیث کی طرف سے جداگانہ نمائندگی کا انتظام ہی اصولاً قابل اعتراض ہے۔ تا بہ جواز و عدم جواز نمائندہ خاص چہ رسد۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی موجب افسوس ہے کہ جماعت اہل حدیث جسے اس موقعہ پر اتحاد و یکجائی اور ایک آہنگی کا سب سے بہتر منظر پیش کرنا چاہیئے تھا۔ تنگ نظرانہ شخصی کشاکشوں کی دلدل میں پھنس رہی ہے۔ ہماری رائے یہی ہے کہ جماعت اہل حدیث کو اپنی طرف سے کوئی جداگانہ نمائندہ نہیں بھیجنا چاہیئے" (زمیندار ۱۱ اپریل)

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ "زمیندار" نے بھی مولوی ثناء اللہ صاحب کے نمائندہ اہل حدیث بنکر حجاز جانے کی مخالفت کی ہے۔ کیا یہ بھی "مرزائی اثر" کا ہی نتیجہ ہے اور "زمیندار" کے صفحات میں بھی "قادیانی ہاتھ" ہی کام کر رہا ہے اگر نہیں۔ تو اسی جرم کی بناء پر اپنے مخالف فریق کے متعلق انہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ غلط بیانی کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ کہ اس کی تہ میں صرف قادیانی ہاتھ کام کر رہا ہے۔ بلکہ خرچ بھی قادیان سے ملتا ہے۔

بات در اصل یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب کے مجرم اور گناہ آلود ضمیر پر حق کی مخالفت کرنے کی وجہ سے احمدیت کا رعب اور غلبہ اس قدر طاری ہو چکا ہے۔ کہ انہیں اپنی ہر مخالف ۔ اپنی ہر ناکامی اور اپنی ہر نامرادی میں "مرزائی اثر" اور "قادیانی ہاتھ" کام کرتا نظر آتا ہے۔ مگر ہم صاف الفاظ میں اعلان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب نے اس خوف وہراس اس سراسیمگی اور حواس باختگی میں جو کچھ کہا ہے۔ وہ قطعاً جھوٹ اور صدر درجہ کی کذب بیانی ہے۔ اس وقت تک اہل حدیثوں نے ان کے متعلق جو کچھ کیا یا جو کچھ وہ آئندہ کرینگے۔ اس کی تہ میں نہ قادیانی ہاتھ ہے۔ اور نہ ان لوگوں کو کسی قسم کا خرچ قادیان سے دیا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے قادیانی ہاتھ ایسا کمزور اور ناطاقت نہیں ہے۔ کہ کسی تہ کے نیچے چھپ کر کام کرے اور نہ ہی قادیان میں کوئی ایسا خزانہ ہے۔ جو احمدیت کے مخالفین میں اس لئے لٹایا جائے۔ کہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفت میں صرف کریں۔ مولوی صاحب نے بلا ثبوت اور بلا دلیل یہ ایسا صریح جھوٹ بولا ہے۔ جو ان کے تقوےٰ و طہارت دیانت وامانت کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہے لیکن باوجود اس کے ہم یہ اعتراف کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک پہلو سے اس میں صداقت بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ در حقیقت مولوی صاحب کے لئے ذلت اور رسوائی کے جس قدر سامان پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام انی مھین من اراد اھانتک کی صداقت ثابت کرنے کے لئے "مرزائی اثر" اور "قادیان کا ہاتھ" ہی کام کر رہا ہوتا ہے۔ اگر مولوی صاحب حق کی مخالفت میں اس قدر نہ بڑھ گئے ہوتے۔ تو پے در پے اس طرح ذلیل و رسوا بھی نہ ہوتے۔ اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ہاتھوں ہی اپنی مٹی یوں پلید نہ کراتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کے متعلق مولوی صاحب کو کذب بیانی اور دروغ گوئی کی جو عادت پڑ چکی ہے۔ وہ اس حد تک پختہ ہو چکی ہے۔ کہ حج کو جاتے جاتے بھی وہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہ سکی۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ حج سے واپس آنے پر اس میں کہاں تک اضافہ ہوتا ہے۔ جس کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جب مولوی صاحب کا یہ عقیدہ ہے۔ اور اسے وہ عدالت میں درج کرا چکے ہیں کہ:-

"اگر کوئی کسی جائز بدلہ لینے کی غرض سے دروغ گو، دغا، جعلسازی۔ بہتان۔ نفاق استعمال میں لاوے تو کذاب نہیں ہوگا۔ اگر جھوٹ ایک دفعہ بولا ہے۔ اور ہزار ہا میں پھیلایا گیا ہے۔ تو وہ کذاب نہیں ہے۔"

تو کیونکر ممکن ہے۔ کہ وہ احمدیت سے بدلہ لینے کی خاطر آئندہ جھوٹ ترک کر دینگے۔

پھر جب ان کے نزدیک متقی کی یہ تعریف ہے کہ:-

"دروغ گو۔ جعلساز۔ بہتان باندھنے والا۔ افتراء باندھنے والا۔ دغا دینے والا ایک معنی سے متقی ہو۔ بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہے۔"

تو وہ کیوں دروغ گوئی وغیرہ صفات بد سے باز آنے لگے خواہ ایک دفعہ نہیں۔ بیس دفعہ مکہ کے حاجی بن آئیں۔

اگر ناظرین مولوی صاحب کے مندرجہ بالا بیانات کی تصدیق کرنا چاہیں۔ تو مقدمہ نمبر ۱۸۲ مرجوعہ ۲۰ ؍ جولائی ۱۹۰۳ء منفصلہ ۸ ؍ اکتوبر ۱۹۰۴ء عدالت بابو آتما رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور میں مولوی صاحب کی شہادت دیکھ سکتے ہیں ۞

جمعیۃ العلماء اور گاندھی جی

پچھلے دنوں جب ہم نے "جمعیۃ العلماء" کے "واحد ترجمان" "الجمعیۃ" کو ان نہایت گندے اور فحش اشتہارات کی طرف توجہ دلائی۔ جنہیں وہ اپنے اخبار کی زیب و زینت سمجھتا ہے تو ایک طرف تو اس نے تمام مراسم شرافت و اخلاق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بانی سلسلہ احمدیہ کی شان اقدس میں بیحد بدزبانی اور فحش کلامی سے کلام لیا۔ اور دوسری طرف یہ کہا کہ جب اس قسم کے اشتہارات سے اسے مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے تو وہ کیوں اس سے محروم رہے ۞

یہ جواب علماء کی جمعیۃ کے اخبار کی طرف سے جہاں تک معقول اور مدلل ہو سکتا ہے۔ اس کی نسبت ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم ان علماء کی توجہ گاندھی جی کے اس مضمون کی طرف دلانا ضروری سمجھتے ہیں جس میں انہوں نے گندے اور فحش اشتہارات کی اشاعت کے خلاف اظہار نفرت کیا ہے۔ اور اس سے سبق حاصل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

گاندھی جی لکھتے ہیں:-

"میں تہ دل سے ان اشتہارات سے نفور ہوں۔ میں یہ قرار دیتا ہوں کہ ایسے مخرب الاخلاق اشتہارات کی امداد سے اخبار چلانا غلطی ہے۔ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اگر اشتہارات اخبار میں دینے ہی ہوں۔ تو اخبارات کے مالکان اور ایڈیٹروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اشتہارات کی بڑی غور و خوض سے کڑی جانچ پڑتال کریں۔ اور فقط اچھے اشتہار ہی شائع ہوں۔" (تیج ۔ یکم اپریل)

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے اپنے پیروؤں کو اشاعت فحش سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ لیکن آج نہ صرف عام مسلمانوں کی بلکہ علماء کہلانے والوں اور اسلام کے واحد اجارہ داروں کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ ایسے افعال کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جن سے گاندھی جی بھی سخت نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیا علماء کے لئے یہ شرم کا مقام نہیں ہے۔ چاہئیے تو یہ تھا۔ کہ وہ دوسروں کو اشاعت فحش سے روکتے۔ لیکن ان کا عمل یہ ہے کہ اپنے واحد اخبار کو اشاعت فحش کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کیونکہ اس طرح انہیں مالی فائدہ حاصل ہو رہا ہے ۞

فسادات کلکتہ پر آریوں کی خوشی

معلوم ہوتا ہے۔ کلکتہ کا ہندو مسلم فساد آریوں اور سنگٹھنی ہندوؤں کی مدت کی سوچی سمجھی تجاویز کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اول تو یہ فساد آریوں نے شروع کیا۔ اور ہر لحاظ سے مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ قتل زیادہ مسلمان ہوئے۔ زخمی زیادہ مسلمان ہوئے مالی لحاظ سے زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہوا۔ عبادت گاہیں مسلمانوں کی زیادہ تباہ ہوئیں۔ اور اب بہت سے مسلمان لاپتہ بھی ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ہندوؤں نے اپنے تنگ و تاریک محلوں اور گلیوں میں ان کا خاتمہ کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیا دوسرے ہندوؤں کے بڑے بڑے لیڈر اس وحشیانہ زور آزمائی پر اس شدومد کے ساتھ خوشیاں منا رہے ہیں۔ کہ گویا انہوں نے بہت بڑا ملک فتح کر لیا ہے۔ اور فتنہ انگیز ہندوؤں کی شرمناک حرکات کا فخر یہ اعلان کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی شردھانند جی ۷ ؍ اپریل کے "تیج" میں لکھتے ہیں:-

"کلکتہ کے فسادات نے ظاہر کر دیا ہے کہ ہندوؤں نے نہ صرف اپنی حفاظت کرنا ہی سیکھ لیا ہے۔ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی نقل میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی بیحرمتی کرنا اور ان کی دوکانوں کو بھی لوٹنا شروع کر دیا ہے۔"

پھر لکھا ہے:-

"ہندو اخبار نویس ہندوؤں کی حفاظت خود اختیاری کی اس شاندار شکتی کے اظہار پر خوش ہیں۔ جو دفعتہً ہندوؤں میں سرایت کر گئی ہے۔ ہندو سنگٹھن کے پوتر کاریہ کے ایک ناچیز خادم و کارکن کی حیثیت سے اس تیرہ تار مطلع کے نورانی ہالہ پر میں بھی خوش ہوں۔"

ہمیں ہندوؤں کی اس ذہنیت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں جو لوگ اس قسم کے افعال کو نورانی ہالہ قرار دیکر خوشیاں منا رہے ہیں وہ مسلمانوں کی تباہی کے لئے جو کچھ بھی کریں کم ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان لیڈر ابھی تک خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ اور غریب و بیکس مسلمانوں کو انگریزوں سے سلطنت چھین کر دلانا تو الگ رہا۔ ظالم اور جابر ہندوؤں کی دست برد سے بچانے کے لئے بھی کچھ نہیں کر رہے۔ اگر مسلمان لیڈر اسی طرح غافل رہے۔ تو وہ وقت دور نہیں۔ جب کہ فسادات کلکتہ کا اعادہ ہر شہر اور ہر گاؤں میں ہونا شروع ہو جائے۔ اور ہر جگہ مسلمانوں کی وہی حالت ہوگی جو کلکتہ میں ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ کیونکہ اب پھر نئے سرے سے فساد شروع ہو گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی بربادی کی خبریں آ رہی ہیں ۞

523
Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

قومی ترقی اور عروج کے زریں اصول

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

(فرمودہ ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اگرچہ میں طبیعت کی علالت کی وجہ سے زیادہ تو نہیں بول سکتا۔ لیکن چونکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ خطبہ جمعہ پڑھانا جہاں تک ممکن ہو میرے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں +

دنیا میں جب کوئی نئی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور نیا سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ قربانیاں لازمی اور ضروری ہوتی ہیں۔ کیونکہ بغیر قربانی کے کوئی قوم نہ قوم بنی ہے اور نہ بن سکتی ہے۔ جو لوگ عاجل فوائد کو آجل فوائد کے مقابل مقدم کرتے ہیں۔ وہ کبھی دنیا میں زندہ رہنے کے مستحق نہیں ہو سکتے +

ایک غلط وہم کا ازالہ

یہ ایک وہم اور دھوکہ ہے۔ کہ اگر ہم قربانیاں کرینگے۔ تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے ہیں۔ کہ ایک دوست نے میری طرف خط لکھا۔ کہ اسلام نے دولت حاصل کرنے کے کیا قواعد مقرر کئے۔ اور کیا طریق بتائے ہیں۔ اگر کوئی طریق نہیں بتائے۔ تو جماعت پر چندوں کا جو بوجھ پڑ رہا ہے۔ اس سے خطرہ ہے۔ کہ قوم تباہ نہ ہو جائے۔ انگریزی میں ایک لفظ پالسی ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ بظاہر ایک دلیل نہایت سچی اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت اس سے زیادہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ خیال بھی بظاہر تو بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل یہ نفس کا ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ یہ خیال کہ اگر ہم قربانی کرینگے۔ تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ ہم تباہ اور ذلیل ہو جائیں گے۔ ایک غلط اور ترقی کے لئے تباہ کن خیال ہے +

قوموں کی تباہی کا باعث

کبھی کوئی ایسی قوم برباد نہیں ہوئی جو ہر قسم کی قربانیوں کے لئے آمادہ ہو۔ اور وہ قربانیاں کرتی ہو ہمیشہ وہی قومیں دنیا میں برباد ہوتی رہی ہیں۔ جن کا یہ خیال ہؤا۔ کہ ہم قربانی کرنے سے تباہ ہو جائیں گے +

دیکھو مسلمان جو ابتدائے اسلام میں قربانیاں کرتے تھے۔ اور جو قربانیاں صحابہ کرام نے حضرت نبی کریمؐ اور آپؐ کے خلفاءؓ کے زمانہ میں کیں۔ وہ بنو عباس کے زمانہ میں تو مسلمانوں سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔ جس کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ اسلام کو جو شان و شوکت صحابہؓ کے زمانہ میں حاصل تھی۔ وہ بنو عباس کے زمانہ میں باوجود ہر قسم کی طاقت کے حاصل نہ تھی۔ کیونکہ صحابہ کے وقت ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں مسلمان ترقی کی طرف قدم اٹھا رہے تھے۔ مگر بنو عباس کے وقت چونکہ قربانیاں کرنے والے نہ رہے۔ اس لئے مسلمانوں کا قدم تنزل کی طرف جا رہا تھا۔

دیکھو وہ مسلمان جنہوں نے اپنے تمام کے تمام اموال خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کر ڈالے۔ اور اپنی جانیں کلی طور پر اسلام کی خدمت میں وقف کر دیں۔ اور اپنے اوطان اسلام کے لئے بکلی چھوڑ دیئے۔ کیا ان کی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہؤا۔ کہ وہ تباہ اور برباد ہو گئے۔ یا یہ کہ وہ ساری دنیا پر غالب آ گئے۔ اور تمام دنیا پر حکمران ہو گئے۔ لیکن ان کے بعد جب کہ بنو عباس کے زمانہ میں بڑی شان و شوکت مسلمانوں کو حاصل تھی۔ دنیا کی ترقی و تنزل کی باگیں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ اس زمانہ میں اسلام کو وہ ترقی اور عزت حاصل نہیں تھی۔ جو صحابہؓ کے زمانہ میں حاصل تھی۔ کیونکہ بیشک بنو عباس کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس سب کچھ تھا۔ لیکن اگر کوئی چیز نہیں تھی تو قربانی تھی۔ اور صحابہ کے پاس بے شک کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن ان کے پاس وہ چیز تھی۔ جو بنو عباس کے زمانہ میں نہیں تھی۔ اور وہ قربانی تھی۔ جس کے باعث وہ تمام دنیا پر حکمران اور فاتح ہو گئے انہوں نے بعد کے مسلمانوں کی طرح اپنے اموال کو گھروں میں سمیٹ کر نہیں رکھا ہؤا تھا۔ اور نہ انہیں اپنی جانوں کی پروا تھی۔ بلکہ سب کچھ خدا کی راہ میں اور اسلام کی ترقی کے لئے قربان کر دیا تھا۔ اب بظاہر تو یہ چاہیئے تھا۔ کہ اسلام بنو عباس کے زمانہ میں ترقی کرتا۔ لیکن وہ اس کے خلاف صحابہ کے زمانہ میں معزز ہؤا +

غلط خیال کا منبع

پس یہ خیال کہ قربانی کے نتیجہ میں ہم ذلیل ہونگے بالکل غلط خیال ہے۔ جو یا تو خود پسندی اور حبِّ نفس کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ یا اس کی وجہ جنون ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ خیال اس وقت ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ جب انسان یہ خیال کرے۔ کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں۔ اور میرے ساتھ کسی اور ہستی کا تعلق نہیں۔ لیکن جب اسے یہ خیال ہو۔ کہ میں ایک عمارت کی ایک اینٹ ہوں۔ سلسلہ کی ایک کڑی ہوں۔ اور باغ کا ایک درخت ہوں۔ تو پھر یہ خیال کبھی نہیں پیدا ہو سکتا۔ بیشک اگر قومیت دنیا میں کوئی چیز نہ ہوتی۔ اور محض انسانیت ہی انسانیت ہوتی۔ تو پھر یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا۔ لیکن دنیا میں تو انسان کو صرف اپنی ذات سے ہی واسطہ نہیں پڑتا۔ بلکہ بیرونی دنیا سے بھی اس کو واسطہ پڑتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص اگر یہی خیال کرے۔ کہ مجھے کیا ضرورت ہے۔ کہ میں قربانی کروں۔ تو ایک دم تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے۔ مثلاً اگر یہی خیال ماں کے دل میں آ جائے۔ کہ میں کیوں اپنے بچہ کو دودھ پلا کر اپنا خون خشک کرتی پھروں۔ مجھے اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ باپ خیال کرے۔ کہ میں کیوں اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی بچوں پر خرچ کروں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ تکلیف اٹھا کر بچوں کی پرورش کروں۔ مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔ تو کیا اس خیال کے نتیجہ میں وہ خاندان ترقی کرے گا یا تباہ ہوگا۔ ضرور وہ خاندان تباہ ہو جائے گا۔ تو درحقیقت دنیا میں بحیثیت اپنی ذات کے کوئی چیز نہیں زندہ رہ سکتی۔ بلکہ ایک دوسرے کی قربانی کے نتیجہ میں زندہ رہتی ہے۔

قومی عزت و قومی ذلت

دیکھو آج ہندوستان میں کئی ایسے مالدار لوگ موجود ہیں۔ جن کے پاس کروڑ ہا روپیہ ہے۔ اور یورپ کے ہزار ہا لوگ ان کے مقابلہ میں کنگال کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے بعض دولتمند ہزاروں یورپین کو اپنے ہاں ملازم رکھ سکتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ایک یورپین کنگال تو دنیا کے ہر کونہ میں عزت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور دنیا میں کوئی نہیں جو اسکی طرف انگلی بھی اٹھا سکے۔ لیکن ہندوستانی کروڑپتی بھی ہر جگہ ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ اس کا یہی باعث ہے۔ کہ اس کنگال یورپین کی قوم ایک زبردست قوم ہے۔ اور اس مالدار ہندوستانی کی قوم نہایت ذلیل اور کمزور قوم ہے۔ پھر دوسرے ممالک کی بات تو الگ رہی۔ ہندوستان میں ہی دیکھو۔ کس طرح ایک ہندوستانی یورپین کی گاڑی میں بیٹھنے سے ڈرتا ہے۔ ایک بڑے سے بڑا معزز ہندوستانی گاڑی میں ذرا ایک انگریز کی آنکھوں میں سرخی اور غضب کو دیکھتا ہے۔ تو گاڑی میں بیٹھنے سے خوف کھاتا ہے۔

ہندوستانیوں کی ذلت ہندوستان میں

کیا یہ تعجب کا مقام نہیں۔ کہ ایک ہندوستانی اپنے ہی ملک میں جہاں اس کے آبا و اجداد کی ہڈیاں مدفون ہیں۔ جہاں کے گیہوں کے اندر اس کے آبا و اجداد کا خون ملا ہؤا ہے۔ جہاں ہزاروں خاندانوں کی ہڈیاں ذرات اور کھاد بن کر گیہوں کی شکل اختیار کرتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس سے ہندوستانیوں کا گوشت اور پوست تیار ہوتا اور اس طرح اس ملک کی ایک ایک چیز اس کے خون سے سیراب شدہ ہے۔ اس ملک میں جو اس کا اپنا ملک کہلاتا ہے۔ اسے اتنی بھی تو جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ اس گاڑی کی طرف نظر اٹھا سکے جس میں ایک یورپین بیٹھا ہوا ہو۔ پچھلے ہی دنوں کا ایک واقعہ ہے۔ کہ گاڑی میں ایک انگریز کی زیادتی پر اس کے خلاف دس ہندوستانیوں کی شہادت تھی۔ لیکن باوجود ان ہندوستانیوں کی شہادت کے مجسٹریٹ نے لکھا کہ میں ان کے چہروں سے دیکھتا ہوں۔ کہ جھوٹ بول رہے تھے۔ اور میں انگریز کے مقابلہ میں ان کی شہادت کو کوئی وقعت نہیں دے سکتا۔ یہ غیر منصفانہ رویہ اس نے کیوں اختیار کیا۔ اسی لئے کہ اس انگریز کی قوم بادشاہ ہے۔ لیکن ادھر ہندوستانی ہے۔ جو اپنے گھر میں بے شک بڑا ہو۔ تو ہو۔ مگر جب گھر سے باہر اپنی گلی میں ہی قدم رکھے گا۔ تو اس کی حیثیت ایک یورپین کے مقابلہ میں اتنی بھی نہیں ہوگی۔ جتنی ایک جانور کی ہو سکتی ہے۔

ایک ہندوستانی اپنے گھر سے باہر

آج یورپ کا ایک معمولی سے معمولی باشندہ کل دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں چاہے جا سکتا ہے وہ افریقہ میں وہاں جا سکتا ہے۔ جہاں بہت حد تک ایشیائی آباد ہیں۔ وہ آسٹریلیا میں جا سکتا ہے۔ جو ایشیا کا ہی حصہ ہے۔ وہ سماٹرا اور جاوا میں جا سکتا ہے۔ جہاں ایشیائی باشندے بستے ہیں۔ لیکن ایک ہندوستانی کروڑپتی بھی آسٹریلیا کی زمین پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ جب تک کہ وہ درخواست دیکر منظوری حاصل نہ کر لے۔ اور وجہ نہ بتائے۔ کہ کیوں جاتا ہے اور ساتھ ہی جب تک یہ بھی نہ بتائے۔ کہ وہ کب تک اس ملک میں ٹھیریگا۔ اور کب اپنے ناپاک وجود سے اس ملک کو خالی کر دیگا۔

جاپانیوں کو بے شک ایک حد تک طاقت حاصل ہے لیکن وہ بھی بحیثیت قوم کے ایشیا ہی کا ایک حصہ ہیں۔ اور ایشیا کی غریب برادری سے ہی ہیں۔ اس لئے وہ تمام یورپ کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔ اس لئے جاپان بھی یورپ کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے۔ کہ جو قربانیاں یورپ نے کی ہیں۔ وہ ایشیا والوں نے نہیں کیں۔ آج اگر یہی ہندوستانی مالدار لوگ اپنی دولت کو قوم اور ملک کے لئے قربان کر دیں۔ تو پھر دیکھو کس طرح تھوڑے سے عرصہ کے اندر ہندوستانی ترقی کر جاتے اور دنیا میں معزز سمجھے جاتے ہیں۔

ایک ولولہ انگیز واقعہ

پچھلے دنوں ایک انگریزی اخبار میں میں نے ایک واقعہ پڑھا۔ جس کے پڑھنے سے اس وقت بھی خون میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور اب بھی اس قدر جوش کی لہر اٹھتی ہے۔ کہ سر سے پاؤں تک میرا جسم گرم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ کہ جنگ کے بعد امریکہ والوں نے ملک میں شراب کی ممانعت کر دی تھی۔ اور حکومت کے نزدیک قانوناً شراب کا استعمال جرم قرار دیا گیا تھا۔ لیکن امریکہ کے آزاد اور مالدار لوگ جو سینکڑوں سالوں سے شراب کے عادی چلے آتے ہیں۔ اور پھر اس قدر مالدار ہیں۔ کہ ان میں سے ایک ایک کے پاس کروڑوں نہیں اربوں روپیہ موجود ہے۔ جہاں کا ایک معمولی مزدور بھی کئی سو روپیہ ماہوار کما لیتا ہے۔ وہ شراب سے کہاں باز رہ سکتے ہیں ایسے ملک میں اس قدر دولت ہوتے ہوئے ایسے قانون کی موجودگی میں شراب کا باہر سے پہنچانا دوسرے ممالک کے لوگوں کے لئے بہت مفید ہو سکتا ہے کیونکہ شراب بہت گراں قیمت پر فروخت ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے یورپ کے لوگوں نے وہاں چوری چوری شراب پہنچانی شروع کر دی۔ امریکہ کو اس کا علم ہوا۔ تو اس نے پہرہ پر جہاز مقرر کر دیئے۔ کہ وہ شراب لانے والے جہازوں کو پکڑ لیا کریں۔ اور اگر کوئی جہاز بھاگنا چاہے۔ تو اس پر گولہ باری بھی کر دیں۔ اس کے بعد ایک جہاز امریکہ کے ساحل پر پہنچا ہی تھا۔ کہ امریکہ کے پہرہ والے جہاز کے افسروں کو اس کی بعض حرکات کی وجہ سے شک گذرا۔ کہ وہ جہاز ملک میں شراب لانا چاہتا ہے۔ اس پر انہوں نے جب جہاز کا پیچھا کیا۔ تو اس نے اور بھی تیز حرکت شروع کر دی۔ جس سے امریکن افسروں کو اور بھی یقین ہو گیا۔ کہ ضرور اس کے اندر شراب ہوگی۔ انہوں نے اس جہاز کو نوٹس دیا۔ کہ ٹھیر جاؤ۔ لیکن پھر بھی وہ نہ ٹھیرا۔ بلکہ زیادہ تیزی سے چلنے لگا۔ اس کے بعد امریکن افسروں نے نوٹس دیا۔ کہ ٹھیر جاؤ۔ ورنہ ہم گولہ باری شروع کر دینگے۔ اب جہاز والوں نے سمجھ لیا۔ کہ اگر اس وقت ہم نہ ٹھیریں گے تو ضرور گولہ باری شروع ہو جائے گی۔ اس خیال سے انہوں نے جھٹ جہاز کو ٹھیرا لیا۔ اور اپنا جھنڈا بلند کر دیا۔ اب بحری قانون یہ ہے۔ کہ جس جگہ سمندر میں کسی حکومت کا جہاز ہو۔ وہ سمندر اسی حکومت کا سمجھا جاتا ہے۔ اور اس جگہ حملہ کرنا گویا اس حکومت پر حملہ کرنا ہوتا ہے۔ اس قانون کے مطابق انگریزی جہاز نے جب اپنا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ تو اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اس پر حملہ کرنا برطانیہ پر حملہ کرنا ہوگا اور کہدیا کہ یہ جھنڈا دیکھ لو۔ اور اگر طاقت ہے۔ تو گولہ باری کرو۔ یہ دیکھکر امریکن جنگی جہاز نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ اور چپ چاپ واپس آ گیا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ یہی تھی۔ کہ امریکہ والوں نے سمجھا۔ کہ اگر اس پر حملہ کیا۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ انگریزوں کو لڑائی کا الٹی میٹم دے دیا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ تھوڑی سی بات پر امریکہ اور انگلستان کے درمیان جنگ چھڑ جائے گی۔ جس میں قوم کی بیشمار دولت اور جانیں ضائع ہونگی۔ اور ملک کا امن برباد ہو جائے گا۔ یہ انگلستان کی طاقت اور قوت کا خوف تھا۔ اور یہ طاقت نتیجہ ہے انگلستان کے افراد کی ان قربانیوں کا۔ جو انہوں نے اپنے ملک اور قوم کے لئے کیں۔ انگلستان کے ساحل پر جنگی بیڑا ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اور کسی طاقت کی مجال نہیں کہ انگلستان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اور اس سے مقابلہ کا خیال دل میں لائے۔

انگلستان کی حالت ماضیہ

ایک وقت تھا۔ جب یہی انگلستان دنیا میں اسی طرح ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ جیسے آج ہندوستان سمجھا جاتا ہے۔ اس پر غیر ملک کے لوگ حکومت کرتے رہے۔ اور انگلستان کے لوگوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے رہے۔ مگر اس نے اپنی قربانیوں کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ آزاد ہونا شروع کیا۔ سپین ہمیشہ انگریزوں کو ذلیل کرتا رہتا تھا کیونکہ اس کے پاس زبردست جنگی بیڑا تھا۔ وہ انگلینڈ کو ابھرنے نہیں دیتا تھا۔ آخر کار انگلینڈ کے بڑے بڑے لوگوں نے تنگ آ کر یہ تجویز کی۔ کہ سپین کے جہازوں پر متواتر ڈاکے ڈال کر اس کی طاقت کو توڑ دیا جائے۔ چونکہ انگلینڈ سپین کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے ان لوگوں کو جو سپین کے جہازوں پر حملے کرتے تھے۔ مجرم قرار دینا پڑیگا۔ اور اس طرح ان کے لئے اپنے ملک میں بھی امن نہ رہا۔ مگر باوجود اس کے انہوں نے کوئی پروا نہ کی۔ اور سالہا سال سمندر میں ہی رہائش اختیار کرتے ہوئے سپین کی بحری طاقت کو توڑنے میں مصروف رہے۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر اور زر و مال کو تباہ کر کے سپین کی طاقت کو کمزور کر دیا۔ ایسی ہی قربانیوں کا آج یہ نتیجہ ہے۔ کہ انگلینڈ سے سارا یورپ اسی طرح ڈرتا ہے۔ جیسے ہندوستانی ڈرتے ہیں۔

ترقی کا راز

پس تمام ترقی اس بات پر منحصر ہوتی ہے۔ کہ کسی قوم کے افراد ہر قسم کی قربانیاں کریں۔ اور اسی طرح سینکڑوں سال تک اس قوم کی نسلیں متواتر قربانی کرتی چلی جائیں۔ تب جا کر کوئی قوم ترقی کی وارث ٹھیرتی ہے۔ درحقیقت کوئی ترقی اور کوئی زندگی بغیر فنا کے نہیں حاصل ہو سکتی۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ دیکھو

524
Digitized by Khilafat Library Rabwah

روٹی پکانے والے کو ایک روٹی کے لئے تین دفعہ تنور میں جانا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ لگانے کے لئے دوسری دفعہ اسے دیکھنے کے لئے اور تیسری دفعہ اتارنے کے لئے۔ گویا ایک روٹی کے لئے اسے تین دفعہ جہنم میں جانا ہوتا ہے یہی مثال تمام ترقیات میں چلتی ہے۔ کوئی ترقی بغیر قربانی کے نہیں۔ تمام قومی ترقیاں افراد کی قربانی پر منحصر ہوتی ہیں اور افراد بھی کبھی ترقی اور عزت نہیں حاصل کر سکتے۔ جب تک تمام کی تمام قوم قربانی کر کے عزت اور ترقی نہ حاصل کرے۔

ترقی کے لئے عظیم الشان امتحان

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ وہ صرف اتنے پر ہی چھوڑ دیئے جائینگے۔ کہ انہوں نے کہدیا۔ ہم ایمان لے آئے۔ نہیں جس طرح سونا بھٹی میں ڈالکر صاف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہم مومنوں کو بھٹی میں ڈالکر صاف کرینگے۔ کیونکہ جب تک ترقی چاہنے والی قوم ایسے مصائب میں نہ پڑے۔ جو آگ کی بھٹی کا نمونہ ہوں۔ تب تک وہ قوم کبھی ترقی اور کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتی۔ اور جانتے ہو۔ آگ میں پڑنے والے کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ جلکر راکھ ہو جائے۔ اور کیا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک وہ ایسی ایسی قربانیاں نہ کرے۔ کہ گویا وہ آگ میں پڑکر بالکل راکھ ہو گئی ہے۔ اور اس کا کچھ باقی نہیں رہا۔ جب کوئی قوم اس حالت کو پہنچ جاتی ہے تب وہ اٹھتی اور بلند ہوتی ہے۔ اور دنیا میں زندہ قوم کہلاتی ہے ٭

قومی زندگی فنا میں مضمر ہے

پس اس شخص کے سوال کا کہ قومی ترقی کا کیا گُر ہے۔ یہی جواب ہے کہ قومی ترقی کا ایک ہی گُر ہے۔ اور وہ یہی ہے۔ تم فنا ہو جاؤ۔ جو قوم بھی دنیا میں زندہ ہوئی ہے۔ اسی طرح ہوئی ہے۔ کہ پہلے اس نے اپنے آپکو فنا کر دیا۔ قومیں تو الگ رہیں۔ انفرادی ترقی بھی بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو ایک باپ جو ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ پاتا ہے۔ وہ اپنے چار پانچ بچوں کو تعلیم دلاتا ہے اور اپنی تمام کمائی بچوں کی تعلیم پر خرچ کر دیتا ہے۔ وہ کنگال ہوتا ہوا معلوم دیتا ہے۔ اور اس کی تمام کمائی بظاہر برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ تباہ ہو رہا ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہ ترقی کر رہا ہے۔ کیونکہ پہلے اس گھرانہ میں اگر ایک شخص سو ڈیڑھ سو روپیہ کمانے والا تھا تو اب اس گھرانہ میں چار پانچ آدمی کمانے والے ہو جائینگے

لیکن اگر وہ باپ پہلے اپنی جائداد اور اپنا روپیہ بچوں کی تعلیم میں فنا نہ کرتا۔ تو اس کو یہ ترقی کیسے مل سکتی تھی۔ یہ ترقی اس جائداد اور روپیہ کے قربان کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہے۔ اسی طرح جو سلسلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم ہوتے ہیں۔ ان کے اخراجات بھی ایسے ہی کاموں پر ہوتے ہیں۔ جن کے نتیجہ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً اشاعت کا ہی کام لے لو۔ بظاہر اس پر روپیہ خرچ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ روپیہ تباہ ہو رہا ہے۔ لیکن درحقیقت اس روپیہ سے اور کئی ہزار آدمی تیار ہوئے ہوتے ہیں۔ جس سے جماعت کی طاقت علیحدہ بڑھتی ہے۔ اور دشمن کی طاقت علیحدہ گھٹتی ہے۔ کیونکہ جتنے آدمی جماعت میں نئے داخل ہو جائیں گے۔ اتنے ہی دشمن کے کم ہو جائیں گے۔ اس طرح جماعت کی مالی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت پر روپیہ خرچ ہوتا ہے اس کا فائدہ بھی ہم کو ہی پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ عجیب بات ہے۔ ہم نام تو یہ رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کیا لیکن درحقیقت سب کچھ ہمارے ہی فائدہ کے لئے خرچ ہو رہا ہوتا ہے ایک پیسہ بھی تو ہمارا خدا تعالیٰ کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ہے بلکہ وہ ہماری ہی بہتری اور ترقی کے لئے خرچ ہوتا ہے اور اس کا فائدہ ہماری طرف ہی لوٹتا ہے۔ ہماری مثال تو اس شخص کی سی ہے۔ جو کسی سے روپیہ لے۔ اور اپنے بچوں پر خرچ کر ڈالے۔ اور پھر نام دوسرے کا کر دے۔

قومی زندگی کا مدار

درحقیقت وہ قوم بھی دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ جو غرباء کی خبر گیری نہ کرتی ہو۔ اور ان کی خدمت کے لئے کچھ نہ کرتی ہو۔ ہمیشہ وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ جو اپنے غریب افراد کی زندگی کا خیال رکھتی ہے۔ مثلاً ایک شخص قومی کام کرتے کرتے مر گیا۔ اب اگر اس کی بیوی بچوں کی پرورش نہ کی جائیگی۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ایک طرف تو دوسرے لوگ اس قوم میں کبھی داخل نہیں ہونگے۔ کیونکہ وہ خیال کرینگے۔ کہ یہ تو ایک سنگدل قوم ہے۔ جس میں بیواؤں اور یتیموں کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایسی سیاہ دل قوم میں داخل ہو کر کیا لینا ہے اور دوسری طرف کام کرنے والوں میں بزدلی پیدا ہوگی۔ وہ سمجھیں گے۔ کہ ہم مر گئے تو پیچھے ہمارے بیوی بچوں کی کون خبر گیری کریگا۔ لیکن اگر لوگ یہ دیکھیں گے۔ کہ قوم میں یتیم بچوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی جاتی ہے اور غرباء کا خیال رکھا جاتا ہے تو بڑی خوشی سے قربانی کے لئے تیار ہو جائینگے۔ پس قربانی کی روح ہمیشہ غرباء کی خدمت اور پرورش سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور غرباء کی پرورش ایسی چیز ہے۔ جو قومی قربانی کے لئے جرأت دلاتی ہے۔ غرض ترقی کے لئے قربانی کی ضرورت ہے۔ جب تک پہلے قربانی نہ کی جائے۔ تب تک کسی کام میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ زمینداروں کو ہی دیکھ لو۔ پہلے وہ بیلوں پر اور ہل وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور پھر اپنے گھر کا غلہ زمین میں ڈالدیتے ہیں۔ تب جا کر پیداوار گھر لاتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں۔ اس سے کئی گنا زیادہ غلہ لاتے ہیں۔ غرض ترقی کا ایک ہی گُر ہے۔ کہ افراد اپنے آپ کو قربان کر دیں۔ اور جب افراد اپنے آپ کو قربان کرینگے۔ تو قوم ترقی کر جائیگی۔ تاریخ میں جو کوئی قوم بھی ترقی کے زینہ پر چڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، وہ وہی قوم ہوتی ہے۔ جس کے افراد نے یہ تہیہ کر لیا ہو کہ ہم قوم کے لئے فنا ہو جائیں۔ لیکن جس قوم نے کہا کہ ہم مر گئے۔ تو کیا ہوگا۔ وہی قوم ہمیشہ تباہ اور ذلیل ہوتی رہی ہے ٭

ہندوستان کی ذلت کا موجب

آج اس کی مثال میں ہندوستان کو ہی دیکھ لو۔ مسٹر گاندھی نے جب گورنمنٹ کے خلاف آواز اٹھائی۔ تو پہلے پہل بہت لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ خود گورنمنٹ بھی گھبرا گئی تھی۔ اور بعض ہماری جماعت کے لوگوں نے بھی مجھے لکھا کہ اب کیا ہوگا۔ لیکن مجھے ان گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھڑے ہونے والوں کے متعلق ایک قصہ یاد آتا۔ جو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک امیر کے باورچی خانہ میں اس کے باورچیوں کی غفلت سے دروازہ نہیں لگا ہوا تھا۔ اس وجہ سے کتے اندر ہی آگھسا کرتے۔ اور خوب کھاتے۔ آخر ایک دن امیر کو پتہ لگا۔ تو اس نے دروازہ لگوا دیا۔ اور دروازے بند کرنے کے لئے حکم دیدیا۔ جب کتوں کو معلوم ہوا۔ تو گھبرائے کہ اب کیا بنے گا۔ ان میں سے ایک بڈھے کتے نے کہا۔ گھبراتے کیوں ہو۔ بیشک امیر نے دروازہ لگوا دیا ہے لیکن تم یہ نہیں جانتے۔ کہ دروازہ بند کون کریگا۔ اب بھی وہی نوکر ہیں۔ جو پہلے باورچی خانہ پر مقرر تھے۔ اسی طرح مسٹر گاندھی نے بہت شور مچایا۔ اور دوسرے لوگوں نے شور مچایا۔ لیکن اصل جڑ کو انہوں نے نہ پکڑا۔ جب تک اپنے آدمیوں کی اصلاح نہ ہو۔ اور وہ قربانی کے لئے تیار نہ ہوں۔ تب تک صرف نان کو اپریشن سے کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا میں محض شور مچانے سے تو کچھ نہیں بنتا ہمیشہ کام کرنے سے کچھ بنا کرتا ہے۔ بھلا نان کو اپریشن سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ جب کہ ہندوستان کی بہت بڑی تباہی کا موجب اپنے ہی آدمیوں کی بددیانتیاں اور دھوکہ بازیاں ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ اور خود ہندوستانی بھی اس کو محسوس کرتے ہیں۔ کہ عام طور پر انگریز بددیانت نہیں ہوتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خود ہندوستانی ہی ایک دوسرے کا گلا گھونٹ رہے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ جب کبھی ہندو مسلمانوں میں فساد ہوتا ہے۔ تو وہ دونوں فریق انگریزوں کے پاس اپنا مقدمہ لیجاتے ہیں۔ اور انگریز مجسٹریٹ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ جو اس بات کا صاف اقرار ہے۔ کہ ان کے نزدیک انگریز مجسٹریٹ دیانتداری اور انصاف سے کام لیتے ہیں۔ لیکن ہندوستانی آپس میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ انگریز مجسٹریٹ کسی مذہبی وجہ سے دیانتدار نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ حکومت کے لمبے تجربہ کی وجہ سے دیانت اور بددیانتی کے نتائج سے خوب واقف ہیں۔ اس لئے دیانتداری سے کام لیتے ہیں۔ پھر گورنمنٹ تک رپورٹیں پہنچانے والے کون ہوتے ہیں۔ پولیس میں جھوٹی رپورٹیں بھیجنے والے کون ہوتے ہیں۔ کیا وہ ہندوستانی نہیں ہوتے۔ جھوٹی رپورٹیں پہنچانے والے ہیں تو ہندوستانی جھوٹی گواہیاں دینے والے ہیں تو ہندوستانی۔ قوم میں تفرقہ اور پھوٹ پیدا کرنے والے ہیں تو ہندوستانی۔ اور بددیانت مجسٹریٹ اگر دیکھے جائیں۔ تو ہندوستانی ہی ہونگے۔ وائسرائے اور گورنر کے ہاتھ میں ہوتا کیا ہے۔ یہی پولیس کی جھوٹی رپورٹیں ہیں۔ اور پولیس میں ہندوستانی ہی ہوتے ہیں۔ پولیس میں کام کرنے والے اپنے انگریز افسروں کو خوش کرنے کے لئے جھوٹی رپورٹیں پہنچاتے ہیں ؂

ہندوستان کی آزادی کا واحد ذریعہ

میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی ترقی اور آزادی صرف تعلیم یافتہ طبقہ کی اصلاح اور تربیت پر موقوف ہے۔ اور یہ بہت آسان کام ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عوام کو جن کی تعداد کئی کروڑ ہے کوئی بات منوائی اور اس پر عمل کرایا جائے۔ اگر تین چار لاکھ تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی قابو کیا جائے اور ان کی کچھ عرصہ تک تربیت کی جائے۔ اور وہ لوگ ملک کے لئے متواتر قربانیاں کریں۔ تو ملک آزادی اور ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ پھر ملک کی اصلاح اور ترقی تعاون سے ہو سکتی ہے۔ اور تعاون بھی تب ہو سکتا ہے۔ جب تعلیم اور دیانت ہو۔ اور اس کے ساتھ قربانی کی روح موجود ہو۔ مثلاً ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہزاروں روپیہ کی ملازمت یا جس کام پر ہو اُسے قربان کر کے محض قوم کی خاطر تھانیداری منظور کرے۔ تو وہ ضرور دیانت کے ساتھ کام کریگا۔ کیونکہ اس نے اپنے ملک کی خاطر ہزاروں روپیہ پر لات ماری ہوگی۔ اس کو نہ تو کوئی روپیہ کا لالچ بددیانتی کی طرف لے جائے گا۔ اور نہ عہدہ میں ترقی کے لئے افسروں کو خوش کرنے کے لئے جھوٹی رپورٹیں پہنچانے اور خوشامد کرنے کی ضرورت ہوگی۔ ایسا شخص کبھی بددیانتی کے قریب تک نہیں جائے گا۔ ہندوستانی اس طریق پر عمل کریں۔ پھر دیکھیں کس طرح ہندوستان کی حکومت تھوڑے عرصہ کے اندر ہندوستانیوں کے ہاتھ میں آ جاتی ہے ؂

قومی ترقی کا زمانہ

جب کوئی نیا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور نئی قوم بننی شروع ہوتی ہے۔ تو اسکی ترقی کے لئے تو سینکڑوں سال تک متواتر قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی قوم کو اگر یہ احساس پیدا ہو۔ کہ ہم قوم کے لئے کنگال ہو گئے۔ تو یہ اسکے تنزل کا پہلا قدم ہوگا۔ ہم نے تو ابھی کچھ کیا ہی نہیں۔ ابھی ہمارے سلسلہ کی عمر ہی کیا ہے۔ ۳۵ سال تو کل ہمارے سلسلہ کی عمر ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے۔ کہ ہم نے بہت قربانیاں کر لی ہیں۔ تو وہ نادان ہے۔ اور ترقی کے اصول سے ناواقف۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے۔ کوئی قوم دنیا میں تبھی ترقی اور عزت حاصل کر سکتی ہے۔ جب وہ کم از کم دو سو سال تک متواتر قربانیاں کرتی چلی جائے۔ اس لحاظ سے تو ابھی ہمیں کم از کم ۱۶۵ سال تک اور متواتر قربانیوں کی ضرورت ہے۔ تب جا کر ہم قلیل ترقی کے مستحق ٹھیرینگے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ تو ۳۰۰ سال کے بعد ہماری ترقی کے لئے فرماتے ہیں حضرت مسیحؑ کے ماننے والوں نے بھی تین صدیوں کے بعد ہی ترقی حاصل کی تھی۔ پس یہ مت خیال کرو کہ تم اپنے گھروں میں مال جمع کر کے ترقی حاصل کرو گے۔ اور یہ مت خیال کرو۔ کہ تم اپنی جانیں اپنے پاس رکھ کر کامیابی اور عزت کے وارث ہو جاؤ گے۔ بلکہ ایک لمبے زمانہ تک متواتر قربانیوں کے بعد عزت اور ترقی حاصل ہوگی ؂

قومی زندگی کامل موت میں ہے

قرآن کریم جو تمہیں ترقی حاصل کرنے کے گر اور اصول بتانے آیا ہے۔ وہ تمہیں عظیم الشان ترقیات اور عزت کے حصول کے لئے یہ گر بتاتا ہے کہ جاؤ تم اپنے آپ کو قربان کر دو اور سچی قربانی کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ تب تمام دنیا کی گردنیں تمہارے آگے خم ہو جائینگی۔ اگر ہمیں کہا اسوقت ہی ہمیں کامل ترقی مل جائے۔ تو اس کے متعلق کہنا پڑیگا کہ آمدی کے پیر شدی۔ کبھی ۳۵ سال میں بھی کوئی قوم بنی ہے۔ تاریخ ایسی کوئی نظیر پیش نہیں کرتی۔ کہ کوئی قوم اتنے قلیل عرصہ میں ترقی کے مینار پر پہنچ گئی ہو اور ہماری تو کوئی بنی بنائی قوم ہی نہیں۔ ہماری قوم کی بنیاد تو ایک شخص رکھنے والا تھا۔ یعنی ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بھی ہماری ترقیات کا اقل ترین زمانہ ۳۰۰ سال بتایا ہے۔ اس لحاظ سے ۳۰۰ سال میں نسلاً بعد نسل قربانیوں کے بعد جا کر ترقی اور اقبال کا زمانہ ہم پر آ سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ اس عرصہ تک ہم برابر اپنے مالوں کو اپنی جانوں کو اپنی آبروؤں کو اپنے جذبات اور احساسات کو اپنی قومیت اور انفرادیت کو قربان کرتے چلے جائیں۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کریں کہ ہماری قربانیوں کا نتیجہ کب نکلیگا۔ اور بعد میں آنیوالوں کی ترقی ہوگی تو ہمیں کیا۔ کیونکہ اسوقت ہماری ہی ترقی کہلائیگی۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر قربانیاں کیں۔ لیکن کیا آپ کی قربانیوں کا نتیجہ آپ کی زندگی میں ہی نکل آیا تھا۔ اور پھر کیا وہ ترقی جو آپ کے بعد آپ کی قوم کو حاصل ہوئی۔ وہ آپ کی ترقی نہیں کہلاتی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نعوذ باللہ آج مردہ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی صحیح معنوں میں زندہ ہے تو حضرت نبی کریمؐ ہی ہیں۔ اور مسلمانوں کی تمام ترقیوں کا باعث آپ ہی کی قربانیاں ہیں۔ کیا بنو عباس کی حکومت ان کی اپنی تلواروں کا نتیجہ تھی۔ ان کی تلواروں کا نتیجہ نہیں تھی۔ بلکہ وہ صحابہ کی تلواروں کا نتیجہ تھی۔ اور یہ خیال کہ ہم مر گئے۔ تو ہمیں کیا۔ یہ خیال یا تو کمی محبت کا نتیجہ ہے یا جنون کا نتیجہ۔ کیا کبھی کوئی ماں بھی یہ کہتی ہے کہ میں بچہ کی کیوں پرورش کروں۔ اس کے بڑھنے اور ترقی کرنے سے مجھے کیا۔ بلکہ اسی اگر کوئی کہے۔ کہ تو کیوں بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ تجھے اس سے کیا فائدہ؟ تو وہ بد دعائیں دینے لگ جائیگی۔ سچی محبت میں تو انسان چاہتا ہے کہ کاش! میں مر جاؤں۔ لیکن میرا محبوب زندہ رہے۔ پس جن لوگوں کو اسلام سے سچی محبت ہے وہ کبھی اس قسم کا وسوسہ نہیں پیدا کر سکتے۔ کہ ہم اگر قربان ہو جائینگے تو ہمیں کیا ملا۔

دیکھو عرب کے لوگ جو جاہل تھے۔ وہ بھی اس بات کو سمجھتے تھے کہ جو شخص اپنی قوم اور خاندان کے لئے مارا جائے اس کا اگر بدلہ لینے والا کوئی ہو تو وہ مردہ نہیں ہوتا۔ بلکہ درحقیقت زندہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس اصول کو لیا ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں قربان ہو جاتے ہیں۔ انہیں مردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نعوذ باللہ دنیا سے ناکام گئے یا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت امیر حمزہ رضؓ دنیا سے ناکام گئے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ احد میں جان دینے والے صحابہ رضؓ ناکام چلے گئے۔ وہ تو آج تک زندہ ہیں۔ اور ہمیشہ زندہ رہینگے۔ جبکہ ساری ترقیات ان کے خون سے سیراب ہوئی ہیں .... کے نتیجہ میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر محبت اور سچی قربانی کا جذبہ پیدا کرے۔ ہماری زندگیاں اسوقت تک زندگیاں کہلا سکتی ہیں۔ جب تک سلسلہ کی ترقی میں خرچ ہوں ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقتباسات

حضرت ابراہیم کی جائے پیدائش

عراق میں آج کل دو جماعتیں مشترکہ کوششوں سے شہر یورخالدی میں آثار الادبین کے انکشافات میں مصروف ہیں۔ یہ وہی پرانا شہر ہے۔ جہاں نمرود کی خدائی تھی۔ اور یہ وہی شہر قدیم ہے۔ جہاں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ تازہ ترین رپورٹ جو منجانب برٹش میوزیم شائع ہوئی ہے۔ اس میں جدید انکشافات کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ کہ عمارات لارسہ جو دو ہزار سال قبل مسیح تعمیر ہوئی تھیں اور بادشاہ زنجی کے مقبرہ جو ۲۲۵۰ برس قبل مسیح (تھا) دونوں عمارات کے فرشوں کے نیچے کھودنے والے مزدور ایسی دیواروں کے آثار تک پہنچے۔ جو بڑی بڑی خام اینٹوں کی بنی ہوئی تھیں۔ ان دیواروں کی تعمیر غالباً شہر یور کے سب سے پہلے خاندان شاہی کے زمانہ میں یعنی تقریباً ۳۲۰۰ برس قبل مسیح ہوئی ہوگی۔

اس مقام پر کھدائی کرتے کرتے لوگ اس سطح سے بھی نیچے پہونچ گئے ہیں۔ جہاں قبریں برآمد ہوئی تھیں۔ لیکن زمین میں ہمیشہ ایسی نالیاں گڑی ہوئی معلوم دیتی تھیں۔ جو سام دار مٹی کی بنی ہوئی تھیں۔ اور ان کے نیچے ہم کو صحیح سالم عود سوزاں اور بخورات جلانے کے برتنوں کی بڑی تعداد ملی۔ خیال گذرتا ہے۔ کہ یہ نالیاں قدیم زمانہ سے بنی ہوئی تھیں۔ اور ان کا مصرف یہ تھا۔ کہ پاتال کے راجہ یا ملک عدم کے بادشاہ تک بخورات کی خوشبو پہونچائی جائے۔ بالآخر کھودتے کھودتے ہم اس سطح سے بھی نیچے پہونچ گئے۔ جو ۴۰۰۰ سال قبل مسیح کے آثار کے لئے مخصوص تھی۔ لیکن یہاں بھی انسانی عمارتوں کی دیواریں اور کرے نظر پڑے۔ لیکن اس قدر قدیم زمانہ کی تعمیر شدہ چیزیں تھیں۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں بھی اینٹیں بھی نایاب تھیں یہی وجہ ہے۔ کہ دیواریں ٹکروں خشک مٹی ڈال کر اور اس کو نرم گارے سے قائم کر کے چنی گئی تھیں۔ (ہمدم ۲۵ مارچ)

کلکتہ کے امن پر آریہ سماجیوں کا ڈاکہ

معلوم ہوتا ہے۔ کہ فتنہ وفساد قتل وخون ریزی سے آریہ مذہب اور شدھی سنگٹھن کی خمیر بنی ہے۔ ہندوؤں کا یہ فسادی جنگجو طبقہ۔ تعلیم یافتہ ہندو گنڈوں کی یہ منظم جماعت جس سرزمین پر پہونچی۔ وہاں سے امن وچین کی عملداری اوٹھ گئی ہے۔ بے قصور مسلمان۔ مرد عورت اور بچوں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرصہ سے کلکتہ کے مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر۔ ان کی قلت کی وجہ سے ان پر یورش کا منصوبہ باندھا جا رہا تھا۔ مدت سے ان کے غافل کمزور حصہ کو مارنے کی تیاریاں پوشیدہ پوشیدہ طور پر ہو رہی تھیں بار ہا آریہ سماجی مبلغین نے مذہب اور تبلیغ کی آڑ میں مسلمانوں کو گالیاں دیں۔ نہ صرف مسلمانوں کو گالیاں دیں۔ بلکہ ان کے اسلاف اور آباؤ اجداد پر آوازے کسے۔ ان کے پاک مذہب پر توہین آمیز حملہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کے غیر معمولی ضبط نے امن کے قیام میں بہت کچھ مدد پہنچائی۔

۲ اپریل روز جمعہ کو فتنہ وفساد کی ایک گھٹا آریہ سماجی جلوس کا نقاب چہرہ پر ڈالے ہوئے کارنوالس اسٹریٹ سے اٹھی۔ اور ہیرسن روڈ کی مسجد پر اس کا پہلا چھینٹا پڑا۔ اور دم بھر میں سارے کلکتہ میں کشت وخون درندگی و بہیمیت کا سیلاب امنڈ آیا۔ پھر جس طرح سے مسلمانوں پر یہاں کی وسیع زمین تنگ بنا دی گئی۔ اور جس طرح ان کے مساجد اور مقابر مسمار اور بے حرمت کئے گئے۔ اس کی نظیر کلکتہ کی تاریخ میں نہیں مل سکتی ہے۔

تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ کے اس جلوس کے ساتھ جس میں ۵ سے ۶ سو تک جوان تھے۔ لاٹھی اور سوڈے کی بوتلوں وغیرہ سے مسلح تھا جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ کلکتہ میں جو کچھ خون ریزی چند روز میں ہوئی (اور اگر آئندہ ہوئی) آریہ سماجی اس کھیلنے ہر طرح سے تیار تھے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ آریہ کا جلوس اپنی سالگرہ منانے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کی آڑ میں مسلمانوں کا سر پھوڑنے۔ خانہ خدا کو بے حرمت کرنے کی غرض سے نکلا تھا۔ جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوا۔ (الوحی کلکتہ ۸ اپریل ۱۹۲۶ء)

فسادات کلکتہ اور ہندو اخبارات

پنڈت مدن موہن مالوی جی اور لالہ لاجپت رائے جی کے اخبار ہندوستان ٹائمس دہلی نے اپنے ۶ اپریل کے پرچہ میں جو لیڈر لکھا ہے۔ اس میں کمال دیدہ دلیری سے یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ جھگڑے کے فوری سبب کو تو محض ایک بہانہ سمجھنا پڑتا ہے مسلمانوں کی طرف سے غیظ وغضب کا جو آتشیں مادہ یکایک پھٹ پڑا۔ یہ بات ایک ایسے معاملہ سے پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کی اتنے طویل زمانہ سے برابر اجازت تھی۔ اور اب وہ سخت غصہ و برہمی کے لئے ایک وجہ اشتعال بن گیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس دردناک واقعہ کے روز پونے چار بجے شام کے جب کہ مسلمان اپنی نماز ادا کر رہے تھے۔ ایک آریہ سماجی جلوس باجہ کے ساتھ جوڑا سنکھو کی مسجد کے سامنے سے لے جایا گیا۔ مسلمان گویا اس کے منتظر ہی تھی۔ کہ جلوس کے آتے ہی انہوں نے ایک غضبناک حملہ شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد جو رن پڑا۔ اس میں کثیر التعداد آدمی زخمی یا قتل کر ڈالے گئے۔ (ہمدم ۹ اپریل)

ہندوستان کے اہلحدیث اور سلطان ابن سعود

بدقسمتی سے ہندوستان کی اہلحدیث جماعت نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ ابن سعود اور اس کے نجدی اخوانوں کا وہی مسلک ہے۔ جو ہندوستان کے اہلحدیث یا غیر مقلد جماعت کا ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ دونو جماعتوں میں اصولاً بہت کم ہم آہنگی ہے۔ لیکن دونو جماعتیں ایک نہیں کہی جا سکتیں۔ اس لئے کہ حسب ذیل دو زبردست اختلافات موجود ہیں۔ (۱) ہندوستان کے اہلحدیث اپنے غیر مقلد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ درانحالیکہ سلطان اور ان کے نجدی علی الاعلان اپنے حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں (۲) ہندوستانی اہلحدیث کسی کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے۔ بخلاف اس کے نجدی سلطان ابن سعود کو اپنا دنیاوی حاکم ہی نہیں مانتے بلکہ مذہبی پیشوا بھی سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے سلطان ممدوح کو امام کے لقب سے پکارتے ہیں۔ کوئی نجدی کبھی بھی ابن سعود کو سلطان یا بادشاہ کے لقب سے نہ پکارے گا۔ بلکہ صرف امام کہیگا۔ (خلافت)

گئو رکھشا کے حامیوں کا طرز عمل

اہنسا پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ ہمارے بعض بھائی تو یہاں تک زور دیتے ہیں۔ کہ وہ منہ میں ڈھاٹا باندھے رہتے ہیں۔ کہ کہیں سانس لینے میں کوئی کیڑا اندر نہ چلا جاوے۔ بعض کھٹمل اور جوؤں کو بھی نہیں مارتے۔ انسان ہی نہیں بلکہ عام جانوروں کے لئے بھی دوا علاج کا خاص انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اچھا ہے۔ لیکن ہم زبان سے اہنسا اہنسا کہتے ہیں مگر کیا کبھی یہ بھی سوچتے ہیں۔ کہ ہم روز اپنے عمل سے اور زبان سے کس قدر دوسروں کی دلآزاری کرتے ہیں۔ جو لوگ گئو رکھشا کی دوہائی دیتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ کہ جو اپنے بھائیوں کا خود گلا کاٹتے ہیں۔ ان سے زیادہ سود لیتے ہیں۔ ان کو ٹھگتے ہیں۔ اور ان کی مصیبت اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ خود ہمارے بہت سے ہندو بھائی اپنے جانوروں کے ساتھ نہایت بدسلوکی سے پیش آتے ہیں۔ بیلوں کو اتنا مارتے ہیں۔ کہ ان کے جسم پر زخم پڑ جاتے ہیں۔ ان پر اتنا بوجھ لادتے ہیں۔ کہ جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اور جب وہ جانور نحیف اور لاغر ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو برہمنوں کو پُن کر دیتے ہیں۔ یا قصائیوں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ [illegible] گناہ جانوروں پر ان بے رحموں کو کوئی دیا نہیں آتی۔ لیکن جب گئو کشی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ بڑے بڑے فساد کھڑے کرتے ہیں۔ اگر گئو رکھشا نہیں ہوتی تو اس کی ذمہ داری ہندوؤں پر خود زیادہ ہے۔ [illegible] کو دیکھنا چاہیئے (آریہ ورت ۲۷ مارچ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اشتہارات

چند عجیب و غریب اشیاء

آگ جلانے کی مشین

اس مشین سے کئی کام لئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً بلا مدد دیاسلائی آگ جلانا۔ سگرٹ وغیرہ وغیرہ۔ قیمت فی مشین صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ محصولڈاک علاوہ

جیبی چھاپہ خانہ یا مہر گھر

یہ انگریزی کا جیبی چھاپہ خانہ قابل تعریف ہے۔ اس سے لفافہ۔ ملاقاتی کارڈ اور ہر جو دل چاہے چھاپ سکتے ہیں۔ قابل خرید ہے۔ قیمت فی چھاپہ خانہ صرف دو روپیہ۔ علاوہ خرچ ڈاک

ہینڈ کیمرہ

یہ کیمرہ خاص طور پر جرمنی سے تیار کروایا گیا ہے۔ انسان۔ جانور۔ درخت۔ مکان۔ گرجا۔ مسجد۔ مندر اور ریل وغیرہ چلتے پھرتے اور بیٹھے ہوئے کا خوبصورت اور دلپسند فوٹو اتارنے کے لئے کم از کم ایک ضرور منگائیں۔ قیمت چھوٹا سائز۔ پانچ روپیہ۔ بڑا سائز صرف دس روپیہ۔ علاوہ خرچ ڈاک

کشیدہ کاڑھنے کی مشین

لڑکیاں اس سے کرسیوں کی گدیاں۔ سرہانوں کے غلاف۔ غالیچے۔ شال۔ چادریں۔ دوپٹے۔ سوٹ وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ کئی قسم کے گرم سرد اور ریشمی کپڑوں پر۔ اون۔ سوت اور ریشم کے پھول اور گلکاریاں بنا سکتی ہیں۔ ترکیب نہایت آسان ہے۔ غریب لڑکیوں کے لئے روزگار۔ اور امیروں کے لئے ایک اعلےٰ تحفہ ہے۔ قیمت فی مشین صرف چار روپیہ۔ علاوہ خرچ ڈاک

دولت کی کان

اس کتاب میں تقریباً ۵۰۰ ایسے ہنر درج ہیں جن میں سے ایک پر بھی عمل کرنے سے انسان مالا مال ہوسکتا ہے۔ زیادہ تعریف فضول۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ) علاوہ خرچ ڈاک

مینیجر رکماس اینڈ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۹۹ لاہور

حب اٹھرا

(۱) جن عورتوں کے حمل گرجاتے ہیں (۲) جن کے بچے پیدا ہوکر مرجاتے ہوں (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں (۴) جنکے گھر اسقاط کی عادت ہوگئی ہو۔ (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہو۔ (۶) جن کے بچے کمزور بدصورت پیدا ہوتے ہوں۔ اور کمزور ہی رہتے ہوں۔ ان کے لئے ان گودبھری گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ فی تولہ عہ۔ تین تولہ کے لئے محصولڈاک معاف۔ چھ تولہ تک خاص رعایت

سرمہ نور العین

اس کے اعلےٰ اجزا موتی دما میرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑہانے والا۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ ککرے۔ خارش۔ ناخونہ۔ پھولا۔ ضعف چشم۔ پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند کو دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے لیسدار پانی کے روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور دہانی دور کرنے میں بے نظیر تحفہ ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ (عگار)

مفرح عروس زندگی

معدہ کے تمام نقصوں کو دور کرنے والی۔ مقوی دماغ۔ محافظ روشنی چشم۔ نسیان کی دشمن۔ جگر کو طاقت دینے والی۔ جوڑوں کے درد و نقرس کے درد سینہ کو مضبوط بنانے والی۔ مقوی اعضاء رئیسہ۔ دوائی ہے۔ اسکا روزانہ استعمال صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت فی ڈبیہ عہ

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آگئے ہیں۔ دانتوں سے خون آتا ہو۔ یا پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ اور زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ میں پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے یہ سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی بارہ آنہ

المشتہر

نظام جان عبد اللہ جان معین الصحت قادیان

بی۔ اے پاس کرو یا بیل چکی خریدو

آٹا فی گھنٹہ ۳۰ سیر پختہ پس جاتا ہے۔ دال فی گھنٹہ چار من دلا جاتا ہے طاقتور ایک دو بیل چلا سکتے ہیں۔ وزن مشین ۸ من پختہ ہوگا۔ نرخ فی من بارہ روپیہ مبلغ پچاس روپیہ بیانہ آنے پر مال روانہ کیا جاتا ہے

میاں مولا بخش اینڈ سنز بٹالہ پنجاب

اگر آپ کو عمدہ اور سستی گھڑی کی ضرورت ہے جو عرصہ کی گارنٹی کے مل سکتی ہے۔ اگر پسند نہ آئے تو واپس کردیں۔

ویسٹ اینڈ واچ کو کی ایجی نمبر ۳ موٹا شیشہ قیمت ۴-۱۳-۸ روپیہ۔ اسی نمونہ کی مریڈن واچ کمپنی کی بہت عمدہ چلنے والی ۱۲/ رولڈ گولڈ کیس فل ریڈیم ڈائیل چھوٹا سائز ۱۶/ پاکٹ واچ فرانس کی بنی ہوئی بہت پائدار ۸/۷ جوبلی لیور ۸/ رسٹ واچ عمدہ قسم ۸/۴ ریڈیم ڈائیل ۵/۵

اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ فہرست منگوالو

ملٹری واچ کمپنی ۱۳۲ ڈیرہ اسمٰعیل خاں

526
Digitized by Khilafat Library Rabwah

اشتہارات

قادیان میں سکنی اراضیات

قادیان کی نئی آبادی کے مختلف محلہ جات میں مختلف موقعوں پر قطعات اراضی قابل فروخت موجود ہیں۔ خواہشمند احباب خاکسار کے ساتھ خط و کتابت فرمائیں،

خاکسار: مرزا بشیر احمد قادیان دارالامان

(اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب شیخ محمد رشید صاحب اڈیشنل سب جج درجہ چہارم۔ منٹگمری

گنڈا مل ولد نتھو مل اروڑہ ساکن کمالیہ تحصیل منٹگمری۔

بنام

ہیرا ولد نتھو ذات چنڈ ساکن چک نمبر ۵۱۳ ج.ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور

۲۷۰/-

مقدمہ مندرجہ بالا میں پایا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے۔ اور روپوش پھرتا ہے۔ ہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مورخہ ۲۴ء اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرے۔ ورنہ اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

آج بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ ۲۶ ۱۹ء مہر عدالت دستخط حاکم

اشتہار طلبی مدعا علیہم

باجلاس جناب میاں عبدالمجید خاں صاحب عدالتی بہادر سلطان پور

شیر سنگھ ... سردار سنگھ جھنڈا سنگھ ولد شام سنگھ وغیرہ کمبوہ مدعیان

بنام

دریام سنگھ ولد بھوپ سنگھ۔ گیان سنگھ ولد دولا سنگھ کمبوہ ساکن ٹبہ مدعا علیہم۔

دعویٰ دخلیابی اراضی ۱۶ للعہ بیگہ

اشتہار طلبی مدعا علیہم

چونکہ مدعا علیہم پر تعمیل سمن نہیں ہوتی۔ اس لئے تاریخ پیشی ۲۲ بیساکھ سمت ۱۹۸۳ مقرر ہو کر اشتہار طلبی مدعا علیہم زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ جاری کیا جاتا ہے۔ کہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر جواب دہی کریں۔ ورنہ عدم حاضری میں کارروائی ضابطہ کی جائے گی۔ تحریر ۷ بیساکھ سمت ۱۹۸۳

دستخط حاکم مہر عدالت

اخبار کا حوالہ ضرور دیں

مشین برائے مالی سیویاں

ہمارے کارخانہ میں مشین سیویاں نہایت مضبوط اور ارزاں تیار ہوتی ہیں۔ ہر مشین میں دو چھلنی باریک و موٹی ہوں گی۔ نرخنامہ قیمت قطر چھلنی ۲½ فی عدد ... فی درجن ... قطر چھلنی ۲¼ فی عدد ... فی درجن ... قطر چھلنی ۲ فی عدد ... فی درجن ... قطر چھلنی ۱½ فی عدد ... فی درجن ... علاوہ محصول ڈاک وغیرہ۔

مینیجر احمد اینڈ کمپنی پوسٹ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ پنجاب

تریاق چشم رجسٹرڈ کی تصدیق

نقل ترجمہ انگریزی سارٹیفکیٹ صاحب سول سرجن بہادر کیمبل پور۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ میں نے تریاق چشم جسے مرزا حاکم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے استعمال کیا ہے۔ میں نے گجرات اور جالندھر میں اپنے ماتحتوں (دیسی ڈاکٹروں) اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا ہے۔ میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص ککروں میں نہایت مفید پایا جیسا کہ دیگر سارٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ دستخط صاحب سول سرجن"

نوٹ:۔ قیمت پانچ روپے (صہ) تریاق چشم رجسٹرڈ علاوہ محصول ڈاک موازی ۸ بذمہ خریدار ہوگا۔ المشتہر

خاکسار میرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم رجسٹرڈ گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

مشینری اور آہنی سامان

بٹالہ کی مشہور و معروف چارہ کترنے کی مشینیں آہنی رہٹ دہلٹ زراعتی فارم کے نمونہ کے آہنی ہل۔ خراس۔ بیلنہ جات۔ چاول چھیلنے اور بادام روغن کی مشینیں وغیرہ منگانے کیلئے ہماری باتصویر فہرست مفت طلب فرمائیے۔ ایم عبدالرشید اینڈ سنز جنرل سپلائرز احمدیہ بلڈنگ۔ بٹالہ ضلع گورداسپور

اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ممالک غیر کی خبریں

—— لنڈن ۱۲ر اپریل۔ قسطنطنیہ کے ایک تار سے معلوم ہوا ہے۔ کہ برطانوی سفیر سر رانلڈ لنڈسے نے ترکی وزیر خارجہ سے ایک اور ملاقات کی۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ برطانیہ نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ برطانیہ ایک طویل مدت کے لئے ترکی کے ساتھ حفاظتی معاہدہ کرے۔ جس کے ساتھ بعض اقتصادی فوائد بھی ترکی کو حاصل ہوں۔ بشرطیکہ ترکی عراق کی اس سرحد کو قبول کرے۔ جو لیگ اقوام کے فیصلہ میں مقرر کی گئی ہے +

—— شنگھائی ۔ ۱۲ر اپریل کو انجمن جس وقت پیکن کو خالی کر رہی تھی۔ تو آخری دفعہ بھی خونریزی سے باز نہ آئے۔ نارتھ چائنا ڈیلی نیوز کا ایک پیام مظہر ہے۔ جو پیکن سے موصول ہوا ہے۔ کہ جماعت احرار نے اپنے سردار کو مجبور کیا۔ کہ وہ اس تمام فوج کو جو وزارت پر متعین تھی۔ نکال باہر کرے۔ جس نے طلباء پر گولیاں چلائی تھیں۔ چنانچہ تیلے مندر تک محافظ فوجیں متعین کی گئیں اور مشین گن کا استعمال کیا گیا۔ جس کی وجہ سے چار سو میں سے صرف پانچ آدمی زندہ بچ سکے +

—— لنڈن ۔ ۱۲ر اپریل۔ شاہزادہ ڈیوک آف یارک ملقب بہ دوم فرزند شہنشاہ معظم کے ہاں دختر متولد ہوئی +

—— لنڈن ۔ ۲۱ر اپریل۔ بیگم صاحبہ شہزادہ ڈیوک آف یارک کے ہاں ولادت کے وقت ہوم سیکرٹری کو جو بروٹن اسٹریٹ (قیامگاہ شہزادہ ممدوح) میں طلب کیا گیا۔ اس سے تازہ واقعہ ولادت کی اہمیت دفتر داخلیہ کے نقطہ نظر سے واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ تخت کی وراثت بیٹے اولاد نرینہ کا حق ہے۔ اور نئی شاہزادی پہلی اولاد ہے۔ جو حکمران بادشاہ کے بیٹے کے ہاں پیدا ہوئی ہے۔ اس کی حیثیت صرف اس حالت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ کہ شاہزادہ ویلز (ولیعہد) کے ہاں (جن کی ہنوز شادی بھی نہیں ہوئی ہے) آئندہ اولاد پیدا ہو۔ یا ڈیوک آف یارک کے ہاں فرزند نرینہ پیدا ہو جائے +

—— استانبول ۔ ۲۲ر مارچ (ترکی ڈاک سے) ایک ترک خاتون مسماۃ نگار خانم نے استانبول یونیورسٹی سے قانون کا اعلیٰ امتحان پاس کیا تھا۔ اب اس نے ججی کے عہدہ کے لئے اپنی درخواست پیش کی ہے +

وزیر امور داخلہ نے سائلہ سے وعدہ کیا ہے۔ کہ کوئی جگہ خالی ہونے پر نگار خانم کو عہدہ ججی ضرور دیا جائے گا۔ یہ پہلی ترک خاتون ہونگی۔ جن کو اس مسند جلیلہ پر متمکن ہونے کا موقعہ ملیگا +

—— لنڈن ۲۰-۲۰ اپریل ٹائمز کے نامہ نگار نے بروسلز سے خبر دی ہے۔ کہ لالو ویر (بلجیم) جو ایک چھوٹا سا صنعتی شہر ہے۔ لوگوں نے فرقہ فسطی کے خلاف مظاہرہ کیا۔ سائینو مسولینی کا ایک بت بنا کر بازاروں میں پھرایا گیا۔ اور اس کو پھونک دیا گیا۔ بت کو سیاہ لباس پہنایا گیا تھا۔ سر پر ایک خود تھا اور ناک کی مرہم پٹی ہوئی تھی۔ اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے بلجیم کے وزیر امور داخلہ نے حکم دیا ہے۔ اور فی الحال اطالوی سفیر رومنہ الکبریٰ کو واپس طلب کر لیا گیا ہے +

—— قاہرہ ۹ر اپریل ۔ ایوان عام (چیمبر) کے انتخابات کے لئے ۲۱۵ جگہوں کے لئے ۳۹ آدمی نامزد کئے گئے ہیں۔ ۱۵۵ امیدوار زغلول پاشا کی پارٹی کے ہیں۔ جن میں سے ۸۴ بغیر کسی مقابلہ کے منتخب ہو گئے +

—— نیویارک ۱۹ر اپریل ۔ جزیرہ ہوائی میں دنیا بھر کا جو عظیم الشان کوہ آتش فشاں موسومہ مانالوا ہے۔ اس نے لاوا کا جلتا ہوا دریا پھینک کر ہویالو گاؤں کو اس آتشین دریا کی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ایک اور گاؤں میں اس جانستان لاوا سے کئی گھر دب گئے۔ اور ایک سو باشندوں کی نسبت کچھ معلوم نہیں ہے۔ کہ ان پر کیا گذری۔ اس تباہ کن آتش فشاں کے تین منہ ہیں۔ جن سے چار سو فٹ بلند لاوا کی دہار نکلتی ہے۔ اور پگھلے ہوئے پتھروں وغیرہ کا ایک بھاری دریا بن کر پہاڑ کے اطراف و جوانب میں بہنا شروع ہو گیا۔

اس کوہ آتش فشاں نے پہلی مرتبہ ہی یہ جانستان لاوا نہیں چھوڑا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے ۱۸۳۲ء ۱۸۵۱ء ۱۸۵۲ء ۱۸۵۵ء ۱۸۵۹ء ۱۸۶۸ء ۸۱-۱۸۸۰ء ۱۸۸۷ء ۱۸۹۶ء ۱۸۹۹ء و ۱۹۰۳ء میں بھی ایسی ہی تباہی ڈھائی تھی۔ ۱۸۶۸ء و ۱۸۸۷ء و ۱۹۰۷ء میں لاوا پھینکنے کے ساتھ ساتھ بھاری زلزلہ بھی آیا تھا +

—— دمشق ۱۲ر اپریل ۔ شہر کے خاص خاص محلوں میں فرانسیسیوں نے جو حفاظتی حصار بنائے ہیں۔ وہاں روزانہ لڑائی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان حصاروں کی بدولت فرانس کی ارمنی اور ارکیشین فوجوں کو بلا امتیاز فیر کرنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ رات دن گولیاں چلتی رہتی ہیں۔ اور بہت سے بے قصور شہری مارے جا چکے ہیں۔ ارمنی طرح طرح کے مظالم کر رہے ہیں۔ لوٹ مار کرتے ہیں۔ اور انگوٹھیاں اور کڑے حاصل کرنے کے لئے عورتوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں۔ باغی برابر شہر پر تاخت کیا کرتے ہیں۔ اور زر فدیہ وصول کرنے کے لئے بڑے بڑے آدمیوں کو پکڑ کرلے جاتے ہیں +

ہندوستان کی خبریں

—— کلکتہ ۲۲ر اپریل ۔ بارہ روز کے سکون کے بعد آج کلکتہ میں پھر ہڑبونگ مچی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب قیام امن کے بعد زائد پولیس اور فوج اہم مقامات سے ہٹائی گئی۔ اور حسب معمول کاروبار کا بازار کھل گیا۔ تو شرارت پسند عنصر اسی دن سے اس تاک میں لگا ہوا تھا۔ کہ موقع ملے۔ تو حکام کی مزاحمت امن پسند شہریوں میں وہشت پھیلانے اور دوکانیں لوٹنے کی کارروائی شروع کی جائے۔ آج دوپہر کے ڈیڑھ بجے چیت پور روڈ اور کاٹن سٹریٹ کے چوک میں خطرناک ہنگامہ ہوا۔ جس میں چار اشخاص جان سے مارے گئے۔ اور تیرہ زخمی ہوئے۔ اس ہنگامے کا سبب یہ ہے۔ کہ دو مسلمانوں نے شراب کے نشے میں ہندوؤں کو گالیاں سنائیں۔ اس پر کاٹن سٹریٹ کے ہندو مغلوب الغضب ہو کر انتقام لینے کے لئے پل پڑے۔ اس ہنگامے میں کئی ایک ہندو اور کئی ایک مسلمان زخمی ہوئے۔ مسلح گورکھے پولیس اور یورپین سارجنٹ موقع پر پہونچ گئے۔ اور انہوں نے مجمع کو منتشر کر دیا۔ اس واقعہ نے عام اضطراب پیدا کر دیا۔ پولیس انفرادی حملوں کی روک اور گشت میں مصروف رہی۔ ذکریا سٹریٹ میں جو مسلمانوں کے مکان ہیں۔ ان کے اندر سے اینٹوں کی بارش شروع ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پولیس کے ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں اس حرکت سے باز رہنے کے لئے پانچ منٹ کی مہلت دی۔ لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا جس پر پولیس کو گولی چلانی پڑی۔ اور دو مسلمان جن میں ایک عورت بھی شامل ہے جان بحق ہوئے ایک مسلمان مرد اور ایک عورت جو پولیس کی گولیوں سے زخمی ہوئے ہسپتال پہنچا دیئے گئے +

—— دیناجپور ۔ ۱۹ر اپریل ۔ عدالت سشن میں جیوری کی مدد سے بسنت کمار گوسوامی ماسر پنڈ بھا اور رکمد ویشنوی کے خلاف ایک عجیب مقدمہ اغوا کی سماعت ہو رہی ہے۔ استغاثہ کا بیان ہے۔ کہ بسنت اپنی بیوی لکشمی کو دیناجپور میں اس غرض سے لایا۔ کہ اس کو ڈیڑھ سو روپیہ میں بیچ ڈالے۔

—— بمبئی ۲۰ر اپریل ۔ بمبئی کے چند پولیس مینوں کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ملازم سے جس کو انہوں نے گرفتار کیا برآمد شدہ نوٹوں کا ایک حصہ مخفی رکھا۔ اور ان میں سے ایک کی ٹوپی میں سے یکصد روپیہ کا نوٹ پوشیدہ نکلا۔ ملزمان کو حوالات میں بند کر دیا گیا +

(منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)